درسِ قرآن

جناب پروفیسر مقبول احمد صاحب قاضی

ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکذبین ام حسب الذین یعملون السیات ان یسبقونا ساء ما یحکمون - من کان یرجو لقاء اللہ فان اجل اللہ لآت وھو السمیع العلیم -

ترجمہ :- اور ہم نے جانچا ہے ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے سو البتہ معلوم کرے گا اللہ جو لوگ سچے ہیں البتہ معلوم کرلے گا جھوٹے۔ کیا جو لوگ برائیاں کرتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے بازی لے جائیں گے بہت برا ہے جو انہوں نے فیصلہ کیا۔ جو کوئی توقع رکھتا ہے اللہ کی ملاقات کی پس بے شک اللہ کا وعدہ آنے والا ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

۱ - اس آیت میں پہلے اُمَم سابقہ کے اہل ایمان کی آزمائش و ابتلاء کا ذکر فرمایا اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے امتحان و ابتلاء میں اس لیے ان کو ڈالا تاکہ سچے اور جھوٹے میں، وفا شعار اور دغا باز میں تفریق اور تمیز کر دے اور پھر صاحب صدق کو اس کے صدق پر اور کاذب کو اس کے کذب پر جزا و سزا دے۔

اس آیت کا یہ معنی و مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے ان کے صادق و کاذب ہونے کا علم نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو کامل ہے۔ صفت علم سے ازل سے متصف ہے۔ وہ اشیاء کے عدم اور وجود کا یکساں علم رکھتا ہے۔ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ یعلم ما کان وما یکون وما لم یکن لو کان کیف یکون - وھذا یجمع علیہ عند ائمۃ السنۃ والجماعۃ -

اہل سنت والجماعت کے ائمہ کے نزدیک یہ بات متفق علیہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کو معدوم و معبود کا علم ہے اور اس کو ان اشیاء کا بھی علم جو ہوں کہیں اور اگر ہوں گی تو کس طرح ہوں گی۔

معالم التنزیل میں ہے :-

واللہ اعلم بھم قبل الاختبار :- اللہ تعالےٰ ان کو آزمائش سے پہلے جانتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اشیاء کا علم ازل سے ہے۔ اور ان کے عدم سے وجود میں آنے کے بعد اس کے علم میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا بلکہ اس کا علم ہر حال میں یکساں رہتا ہے۔

صفتِ علم کا انکار: علماء سلف اور ائمہ ہدایت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ علم، قدرت، سمع، بصر ازلی اور قدیم ہیں۔ اور وہ ہمیشہ سے ان صفات کے ساتھ متصف ہے۔ مگر مسلمانوں کی یہ بدقسمتی ہے کہ یونانی فلسفہ کے درآمد ہونے کے بعد ان میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے صفاتِ باری تعالیٰ کا انکار کر دیا اور کہا کہ صفات مخلوق ہیں۔ سب سے پہلے فلاسفہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو صرف کلیات کا علم ہے اور وہ جزئیات کے علم سے موصوف نہیں ہے۔ پھر جہمیہ ان کے نقشِ قدم پر چلے انہوں نے اسماء و صفات باری تعالیٰ کا انکار کیا۔ پھر ان میں سے معتزلہ پیدا ہوئے جنہوں نے بظاہر اسماء باری تعالیٰ کا اقرار کیا مگر یہ اقرار بھی در پردہ انکار ہی تھا۔ انہوں نے صفات ذاتیہ کا نام اعراض رکھا۔ اور پھر کہا کہ ذات حق تعالیٰ اعراض سے پاک ہے۔ اس صفات ذاتیہ و منفیہ کی بحث و تکرار میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفت علم کو بھی موضوع بحث بنایا۔ دراصل انہوں نے ایک خطرناک کھیل کھیلا۔ کیونکہ ان کی بحث کا موضوع ذات باری تعالیٰ تھی اور ظاہر ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ کی ذات کو موضوع بحث بنانا انتہائی خطرناک فعل ہے۔ کیونکہ اس معاملہ میں ذرا سی غلطی بھی انسان کو جہنم میں لے جا سکتی ہے۔

چنانچہ ان میں سے بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے علم سابق کا انکار کر دیا یعنی جب تک کوئی چیز وجود میں نہیں آ جاتی اس وقت تک اس کا علم اللہ تعالیٰ کو نہیں ہوتا۔ چنانچہ صاحب کشاف محمود زمخشری جو کہ ایک بہت بڑا معتزلی ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔

فان قلت کیف وصف نفسه بذالك فيما لم يزل؟ قلت. لم يزل ليعلمه معدوماً ولا يعلمه موجوداً الا اذا وجد۔

اگر تم پوچھو وہ تو ازل سے اس کا علم رکھتا ہے تو پھر اس آیت کا مطلب کیا ہوا میں کہتا ہوں وہ عدم کی حالت میں ازل سے اس کا علم رکھتا تھا لیکن وہ نہیں جانتا تھا اس کے موجود ہونے کو مگر وجود میں آنے کے بعد۔

دراصل زمخشری نے علم باری تعالیٰ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک علم وہ ہے جس کا تعلق معدومات سے ہے اور ایک علم وہ ہے جن کا تعلق موجودات سے ہے۔ وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو علم موجودات سے متعلق ہے تو اس کی رو سے اللہ تعالیٰ کو کسی موجود چیز کا علم

صرف اس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ وجود میں آتی ہے۔ اور اس سے قبل اس کو اس کا علم حاصل نہیں ہوتا۔

مسئلہ بداء ،۔ تجہم و اعتزال کے سب سے زیادہ جراثیم روافض اور شیعہ اثناعشریہ میں پائے جاتے ہیں۔ دراصل یہ حضرات بھی صفات باری تعالیٰ کے منکر ہیں۔ جس طرح معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کے علم سابق کا انکار کیا اسی طرح اثناعشریہ نے بھی اس کا انکار کیا۔ مگر انہوں نے اس کا نام "بداء" رکھا اور بقول ان کے اس عقیدہ کو سب سے پہلے عبدالمطلب نے اختیار کیا۔ چنانچہ فرقہ اثناعشریہ کی مشہور کتاب الکافی میں تو باب بداء موجود ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو بداء ہوتا ہے۔ یعنی اس کو نا معلوم معلوم ہوتا ہے۔ جھمیہ کہتے ہیں کہ علم عین اللہ ہے۔ بعینہٖ یہ ہی عقیدہ امام ابوعبداللہ کی طرف منسوب ہے۔ اصول کافی (ج ا ص ۸۳) میں امام ابوعبداللہ فرماتے ہیں۔

العلم ذاته ولا معلوم	علم عین ذات ہے اور معلوم کچھ نہیں
والسمع ذاته ولا مسموع	سمع عین ذات ہے اور مسموع کچھ نہیں
والبصر ذاته ولا مبصر	بصر عین ذات ہے اور مبصر کچھ نہیں
والقدرة ذاته ولا مقدور	قدرۃ عین ذات ہے اور مقدور کچھ نہیں

فلما احدث الاشياء وكان المعلوم وقع العلم منه على المعلوم والسمع على المسموع والبصر على المبصر والقدرة على المقدور۔

جب اللہ نے اشیاء کو پیدا کیا اور اسے معلوم ہوا تو اس کا علم ان معلوم اشیاء پر واقع ہوا، سمع مسموع پر، بصر مبصر پر اور قدرہ مقدور پر واقع ہوئی۔

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیعہ اثناعشریہ میں عقیدہ بداء پایا جاتا ہے۔

اصول کافی میں اسی ہے،

ان هواليك اختلفوا في العلم فقال بعضهم لم يزل الله عالماً قبل فعل الاشياء قال بعضهم لانقول۔

آپ کے غلاموں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کہ خلق اشیاء سے قبل اللہ کو ان کا علم تھا یا نہیں بعض کہتے ہیں علم تھا اور بعض کہتے ہیں علم نہیں تھا۔

اس کے جواب میں فرمایا۔

لم يزل الله عالماً لان معنى يعلم يفعل فان اثبتنا العلم فقد اثبتنا في الازل معه شيئاً۔

اللہ ازل سے عالم ہے اور یعلم کا معنی یفعل ہے کیونکہ اگر ہم صفت علم کو ازل سے ثابت کریں گے تو گویا ہم نے اللہ کے ساتھ دوسری چیز کو ازلیہ ثابت کر دیا۔

یہ عبارت واشگاف الفاظ میں بتا رہی ہے کہ امام موصوف کے نزدیک عالم بلا علم ہے اور صفت علم ازلی نہیں ہے۔ جب یہ ازلی نہیں مخلوق ہے تو صاف ظاہر ہے کہ قبل از خلق اشیاء اللہ کو ان کا علم نہ تھا۔ اور یہی عقیدہ بداء ہے۔ جو ائمہ اثنا عشریہ کی طرف منسوب ہے۔ اور جس سے اللہ تعالےٰ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔ اور اس عقیدہ کی رو سے تو قیام ساعت، یوم حساب، بعث اور سزا و جزاء کا بھی انکار لازم آتا ہے۔ کیونکہ ابھی تک یہ واقعات ظاہر نہیں ہوئے لہٰذا اللہ کو ان کا علم نہیں اور جب اس کو ان کا علم نہیں تو اس نے اس کے متعلق بتایا بھی کچھ نہیں۔ یہ تو صاف آیاتِ قرآنیہ کا انکار ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید کی متعدد آیات میں اس بات کا ذکر موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وقوع سے قبل علم ہوتا ہے۔ لہٰذا ان آیات کا انکار بھی لازم آتا ہے۔ مثلاً

۱۔ علم اللہ انکم ستذکرونھن۔
۲۔ علم ان سیکون منکم مرضیٰ و اخرون یضربون فی الارض۔
۳۔ سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون۔
۴۔ فاسر بعبادی لیلاً انکم متبعون۔

عقیدہ بداء کی رو سے تو کتب سابقہ کی تکذیب بھی لازم آتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے قبل ان کتب میں آپ کی صفات مذکور تھیں جو اللہ تعالیٰ کے علم سابق کی بین دلیل ہیں۔

اس تمام تر تفصیل کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ آیت اور اس سے ملتی جلتی دوسری آیات میں جہاں کہیں بھی ذکر ہے "تاکہ اللہ معلوم کرے" وہاں اس سے مراد یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو علم سابق نہیں اور وقوع و حدوث اشیاء کے بعد اسے علم حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ معلوم باری تعالیٰ ہر حال میں برابر ہے۔ قبل از حدث بھی اور بعد از حدث بھی۔ وجود میں آنے کے بعد اللہ اس کو اس کے اعمال کی سزا و جزا دینے کے لیے اس پر ابتلاء و آزمائش کے دروازے کھول دیتا ہے۔ تاکہ کھرے اور فریب کاروں میں کھلا کھلا فرق ہو جائے۔

صفحہ ۳۲ سے آگے

اس کی تعمیل کی جب آپ کی عمر سو سال کی ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات ۱۷۵ سال کی عمر میں واقع ہوئی اور مدینۃ الخلیل میں تدفین عمل میں آئی آپ کی پیغمبرانہ سیرت کا تذکرہ قرآن عظیم میں جابجا نہایت تفصیل سے مذکور ہے آپ کا شمار انبیاء الوالعزم میں ہے یہود و نصاریٰ اور مسلمان سب آپ کو پیغمبر اور مقتدا مانتے ہیں۔

پ۱/۱۴،۱۵ ؛ پ۳/۱۳،۱۲،۱۵،۱۷ ؛ پ۴/۱ ؛ پ۵/۱۵،۵ ؛ پ۶/۳ ؛ پ۷/۱۵،۶،۶ ؛ پ۸/۱۲ ؛ پ۱۰/۱۵ ؛ پ۱۱/۳ ؛ پ۱۲/۱۵،۱۱،۱۴
پ۱۳/۱۸ ؛ پ۱۴/۲۲،۱۴ ؛ پ۱۶/۷،۶ ؛ پ۱۷/۱۷،۱۳،۱۱،۱۵ ؛ پ۱۹/۹ ؛ پ۲۰/۱۶،۱۴ ؛ پ۲۱/۱۷ ؛ پ۲۳/۱۴،۱۷ ؛ پ۲۵/۹،۳ ؛ پ۲۶/۱۹ ؛ پ۲۷/۲۰،۷ ؛ پ۲۸/۷ ؛ پ۳۰/۱۴